اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت امامِ اہلسنّت شاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اِرشادات کا مجموعہ

مُسَمّٰی بنامِ تاریخی

اَلمَلفُوظ (مکمل 4 حصے)

۱۳۳۸ھ
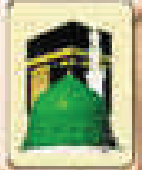
معروف بہ

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

﴿مع تخریج وتسہیل﴾

مؤلّف:

شہزادۂ اعلیٰحضرت تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند

حضرتِ علامہ مولانا محمد مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

پیش کش

مجلس المدینة العلمیة (دعوتِ اسلامی)

ناشِر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ط

نام کتاب: **الملفوظ**

پیش کش: مجلس اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیّة

سنِ طباعت: 12 جُمادَی الاُخریٰ 1430ھ، بمطابق 5 جون 2009ء

قیمت:

ناشر: **مَکْتَبَةُ الْمَدِیْنه** فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)

E.mail:ilmia26@dawateislami.net
E.mail.maktaba@dawateislami.net

Ph:4921389-90-91 Ext:1268

توکُّل کی تعریف

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ **امام اَحمد رضا خان** علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: توکُّل ترکِ اسباب کا نام نہیں بلکہ اعتماد علی الاسباب کا ترک ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۹) **یعنی** اسباب ہی کی چھوڑ کر دینا توکُّل نہیں ہے توکُّل تو یہ ہے کہ اسباب پر بھروسہ نہ کرے۔

کرلیتا اور معصیت (یعنی گناہ) میں نہ اٹھاتا، اتنی دیر تک کی زندگی پر تم لوگوں کو **اطمینان** ہوتا ہے وہاں ہر آن **موت** پیشِ نظر ہے اور ڈرتے ہیں کہ اُس وقت آ جائے اور اس غیرِ خدا کا خطرہ (یعنی خیال) قلب میں ہو۔ جنگل میں پھینک دیتے تو نفس کا تعلق قطع نہ ہوتا کہ ابھی دسترس (یعنی پہنچ باقی) رہتی۔ اب بتائیے سوا اِس کے اُن کے پاس کیا چارہ (یعنی راستہ) تھا کہ اُس (یعنی مال) سے فوراً فوراً اِس طرح ہاتھ خالی کرلیں کہ نفس کو یاس (یعنی مایوسی) ہوجائے اور اُس کے خیال سے باز آ جائے۔ یہ صفائے قلب ودفعِ خطرۂ غیر (یعنی دل کی صفائی اور اس سے غیرِ خدا کا خیال نکالنے) کی **دولت**، کروڑوں اشرفیوں بلکہ تمام ہفت اقلیم (یعنی دُنیا) کی سلطنت سے کروڑوں درجہ **اعلیٰ وافضل** ہے۔ کیا اگر سو اشرفیاں خرچ کرکے **سلطنت ملی**، کوئی اسے تضیعِ مال (یعنی مال کا ضائع کرنا) کہہ سکتا ہے؟ بلکہ بڑی دولت کا بہت **ارزاں** (یعنی سستا) حاصل کرنا، یہی یہاں ہے۔

وحدتُ الوُجُود کے معنی

عرض : وحدتُ الوجود کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد : وجودِ ہستی بالذات، واجب تعالیٰ کے لئے ہے، اُس کے سوا جتنی موجودات ہیں اُسی کی ظل پرتَو (یعنی عکس) ہیں تو حقیقتاً وجود ایک ہی ٹھہرا۔

عرض : اِس کا سمجھنا تو کچھ دُشوار نہیں پھر یہ مسئلہ اِس قدر کیوں **مشکل** مشہور ہے؟

ارشاد : اس میں غور وتَأَمُّل یا **موجبِ حیرت** (یعنی حیران کن) ہے یا باعثِ **ضلالت** (یعنی گمراہی کا سبب)۔ اگر اس کی تھوڑی بھی **تفصیل** کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے گا بلکہ اوہامِ کثیرہ (یعنی کثیر وہم) پیدا ہوجائیں گے۔

(اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک یاد رہی) مثلاً روشنی بالذات (یعنی بلاواسطہ) آفتاب وچراغ میں ہے، زمین ومکاں اپنی ذات میں بے نور ہیں مگر بالعرض (یعنی بالواسطہ) آفتاب (یعنی سورج) کی وجہ سے تمام دنیا منوّر اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ اِن (یعنی زمین ومکاں) کی روشنی اُنہیں (یعنی آفتاب وچراغ) کی روشنی ہے۔ اُن (یعنی آفتاب وچراغ) کی روشنی اِن (یعنی زمین ومکاں) سے اٹھالی جائے تو وہ ابھی تاریکِ محض رہ جائیں۔

ہر جاہ تُو ھی تُو

عرض : یہ کیوں کر ہوتا ہے کہ ہر جگہ صاحبِ مرتبہ کو **اللّٰہ** ہی **اللّٰہ** نظر آتا ہے؟

ارشاد : اِس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے وہ ہرطرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا، اس لئے کہ یہی **اصل** ہے اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کے **ظِل** (یعنی عکس) ہیں مگر یہ صورتیں اُس کی صفاتِ ذات کے ساتھ متصف (یعنی موصوف) نہ ہوں گی مثلاً سننے والی دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اِس لئے کہ یہ صورتیں صرف اُس کی سطحِ ظاہری (یعنی جسم کے ظاہری حصے) کی ظل (یعنی عکوس) ہیں، ذات کی نہیں اور سمع وبصر (یعنی سُننا اور دیکھنا) ذات کی صفتیں ہیں سطحِ ظاہر کی نہیں لہٰذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظِلال (یعنی عکوس) میں پیدا نہ ہوگا بخلاف حضرتِ انسان کہ یہ ظِلِ ذاتِ باری تعالیٰ ہے لہٰذا اظلالِ صفات سے بھی حسبِ استعداد (یعنی بقدرِ صلاحیت) بہرہ وَر (یعنی فیضیاب) ہے۔

دیدارِ الٰہی کس طرح ہو گا؟

مؤلف : حضور یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیوں کر دیکھتے ہیں، اگر ان ظلال وعکوس کو کہا جاوے تو یہ ''اِتحاد'' ہے ''وحدت'' نہیں اور ''اتحاد'' کُھلا الحاد وزندقہ (یعنی کفر و بے دینی) ہے اور اگر یہ ظلال وعکوس کو نہیں دیکھتے بلکہ انہیں عدمِ محض میں سُلاتے ہیں ایک **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو یہ خود بھی ایک ظل ہیں یہ بھی معدوم ہوئے تو نہ ناظر (یعنی دیکھنے والا) رہا نہ نظر، پھر یہ کہ **اللّٰہ** تعالیٰ کو دیکھنے کے کیا معنٰی؟ وہ اِس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اُسے احاطہ کرے وہ سب کو محیط ہے نہ کہ محاط (یعنی وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے مگر کوئی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا) یہ میرا ایمان ہے کہ قیامت میں اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ دیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے ہم مسلمان فیضیاب ہوں گے، مگر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رؤیت (یعنی دیکھنا) کیونکر ممکن ہے جبکہ اِحاطہ ناممکن۔ اگر یہ کہا جائے کہ منظور (یعنی جسے دیکھا جائے) کو نظر کا محیط ہو جانا کچھ ضرور نہیں مثلاً فلک (یعنی آسمان) ہے کہ اُس کا ایک حصہ انسان کی نظر میں سما سکتا ہے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے تو یہ تقریر وہاں جاری نہیں کہ وہ تَجَزِّی (یعنی تقسیم) سے پاک ہے۔ میں اپنا مَا فِی الضَّمِیر (یعنی دل کی بات) اچھی طرح پر ظاہر نہ کرسکا مگر یہ جانتا ہوں کہ حضور میرے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے میرا مطلب خیال فرمالیں گے۔

ارشاد : ظلال وعکوس مرأتِ ملاحظہ ہیں، مرأت کا مَرئی (یعنی نظر آنے والی چیز) سے متحد ہونا کیا ضرور! علم بالوجہ میں وجہ مرأت ملاحظہ ہوتی ہے، حالانکہ ذُوالوَجہ سے متحد نہیں بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں بلکہ شعاعِ بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا دَہنی جانب بائیں اور بائیں

ذہنی معلوم ہوتی ہے تو آئینہ تمہارا عین نہیں مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔ ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضیِ وجود نہیں (یعنی وجود کا تقاضا نہیں کرتی)۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ترجمۂ کنز الایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔ (پ ۲۰، القصص:۸۸)

مگر وجودِ عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا پہلا عقیدہ ہے کہ

حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ ترجمہ: اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔

(شرح العقائد النسفية، مبحث حقائق الاشياء ثابتة، ص ۹)

نظر سے ساقط (یعنی اوجھل) ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فی الواقع (یعنی درحقیقت) اِس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اُن کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔ اہلسنّت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بے کیف و بے جہت و بے محاذات (یعنی کیفیت وسمت ومقابلے کے بغیر) ہوگا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ کچھ منہ تروتازہ ہوں گے اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کو دیکھتے ہوئے۔ (پ۲۹، القیامة: ۲۲، ۲۳)

کفار کے حق میں فرماتا ہے:

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ بے شک وہ اس دن اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) سے حجاب میں رہیں گے۔ (پ ۳۰، المطففین:۱۵)

یہ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں، بصر احاطۂ مرئی نہیں چاہتی۔ آیہ کریمہ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ ترجمۂ کنز الایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔ (پ ۷، الانعام: ۱۰۳)

کا یہی مفاد (یعنی فائدہ) ہے کہ وہ اَبصار و جملہ اشیاء کا محیط ہے اسے بصر اور کوئی شے محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اِس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدمِ احاطہ مَعَاذَ اللّٰه اسی طرح کا ہے وہاں بمعنی عدمِ اِدراکِ حقیقت

وکُنہ ہی رہا۔ یہ کہ ''رؤیت کیونکر'' یہ کیف سے سوال ہے وہ اوراس کی رؤیت کیف سے پاک ہے پھر **کیونکر** کو کیا دخل۔

مظہرِ حق

عـــرض : ذاتِ باری کے پرتَو تو صرف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ شیخ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدارج النبوۃ'' جلد ثانی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں اور عامہ مخلوق مظہرِ اسمائے الٰہیہ ہے۔

"وسیّدِ کُل مظھرِ ذاتِ حق ست وظھورِ حق دروے بالذات ست"

(یعنی حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ذاتِ حق کے مظہر ہیں اور ظہورِ حق آپ میں بالذات ہے۔ت)

(ملخصاً، مدارج النبوة تکمله از صفات کامله ، ج۲، ص۶۰۹)

عرض : تو تمام مخلوق ظلالِ ذات کس طرح ہوگی؟

ارشـــاد : اَسماء مظہرِ صفات ہیں اور صفات مظہرِ ذات اور مظہر کا مظہر مظہر ہے تو سب خَلق مظہرِ ذات ہے اگرچہ بواسطہ یا بوسائط۔ شیخ کا کلام مظہرِ ذات بلا واسطہ میں ہے وہ نہیں مگر حضور مظہرِ اول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لفظ دیکھئے کہ

" ظھورِ حق دروے بالذات ست"

(یعنی حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بلا واسطہ مظہرِ حق ہیں) (ایضاً)

صُلح کروانے کا مُعاوَضہ لینا ناجائز ھے

عرض : دو شخصوں میں کچھ روپیہ کا جھگڑا تھا، چودھری نے صلح کرادی اور مدّعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) کو مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا) سے روپے مل گئے اور برادری میں یہ دستور ہے کہ جب چودھری تصفیہ کراتا ہے تو اپنا کچھ حق مقرر کر رکھا ہے وہ لے لیتا ہے چنانچہ اس صلح میں بھی چودھری اپنے حق کا طالب ہوا، اُس (یعنی مدعی) نے دینے سے انکار کیا۔ جب اُس (یعنی چودھری) نے اصرار کیا تو اُس (یعنی مدعی) نے سب روپے چودھری کو دے دیئے۔ چودھری نے کہا کہ میں صرف اپنا حق لوں گا سب نہ لوں گا۔ اُس نے کہا: ''میں خوشی سے دیتا ہوں۔'' چودھری نے وہ سب روپے لے لئے۔ بعد اِس واقعہ کے مدعی نے کچہری میں نالش (یعنی مقدمہ) دائر کی کہ مجھے روپے نہیں ملے اور دو شخصوں نے جو اِس واقعہ میں موجود تھے اور جن کے سامنے روپے دیئے گئے تھے قسم کھا کر شہادت دی کہ اسکو روپے نہیں ملے۔ ان سب کے لئے **شریعت کا کیا حکم** ہے؟

وحدۃُ الوجود کسے کہتے ہیں؟

عرض: حضور وحدۃُ الوجود کسے کہتے ہیں؟

ارشاد: وُجود ایک اور موجود ایک ہے باقی سب اس کے ظل (یعنی عکس) ہیں۔

اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہئے؟

عرض: اسمٰعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہیے؟

ارشاد: میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے[1] اگر کوئی کافر کہے منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔ البتہ غلام احمد (قادیانی)، سید احمد (علی گڑھی)، خلیل احمد (انبیٹھوی)، رشید احمد (گنگوہی)، اشرف علی (تھانوی) کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر

مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ت)

(در مختار معه رد المحتار، كتاب الجهاد، مطلب فى حكم سابّ الانبياء، ج٦، ص٣٥٧)

[1]: اسماعیل دہلوی سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہینِ شانِ رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خُبثاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہلِ سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لئے ہوں۔ شرح فقہِ اکبر میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے۔ ان کے اس بیہودہ اعتراض اور ذلیل دھوکے کا جواب اتنا کافی ہے کہ ایک قول پر فقہا تکفیر فرماتے ہیں اور متکلمین نہیں کرتے۔ اب کہیں کیا کہتے ہیں، کیا فقہا کے نزدیک متکلمین اس کی تکفیر نہ کرکے جس کی تکفیر فقہانے کی ہے معاذ اللّٰہ فقہا کے نزدیک کافر ٹھہریں گے، یا متکلمین فقہا کو کافر کہیں گے اس لئے کہ انہوں نے متکلمین کے نزدیک جو کافر نہ تھا اس کی تکفیر کی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ان خبثاء کے اقوال بدتر از اَبوال (یعنی پیشاب سے بدتر اقوال) ایسے ہیں جن میں نام کو بھی تاویل کی گنجائش نہیں لہٰذا ان کے لئے یہ حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔ جو تفصیل چاہے وہ رسالہ "اَلْمَوْتُ الاحمر" مطالعہ کرے۔ ۱۲ مولف غفرلہ